غزل

جناب سعادت نظیر

خدا معلوم! جب غنچے ہنسے، شبنم پہ کیا گذری
تبسم کی فضا میں دیدۂ پُرنم پہ کیا گذری

جلے، خاکِ نشیمن تک، نشیمن کی رفاقت میں
پتا کیا بجلیوں کو! ہم صفیرو! ہم پہ کیا گذری؟

جو ہو بے درد، اُس کو درد کا احساس ہو کیونکر
ستم گر کی بلا جانے! ستم سے ہم پہ کیا گذری

مئے الفت پلائی جس نے ہمکو مست آنکھوں سے
اُسی سے پوچھو! ہم کو کیا خبر؟ پھر ہم پہ کیا گذری

عداوت میں عنایت تھی، عنایت میں عداوت تھی
کسی کی شوخیوں سے، کیا بتائیں؟ ہم پہ کیا گذری

سنورتے جاتے ہیں جتنا، پریشاں ہوتے جاتے ہیں
مری وحشت سے دیکھو! گیسوئے برہم پہ کیا گذری

سعادت میں نے جرأت سے جو ذوقِ زندگی بدلا
بتاؤں کیا؟ دلِ ناآشنائے غم پہ کیا گذری